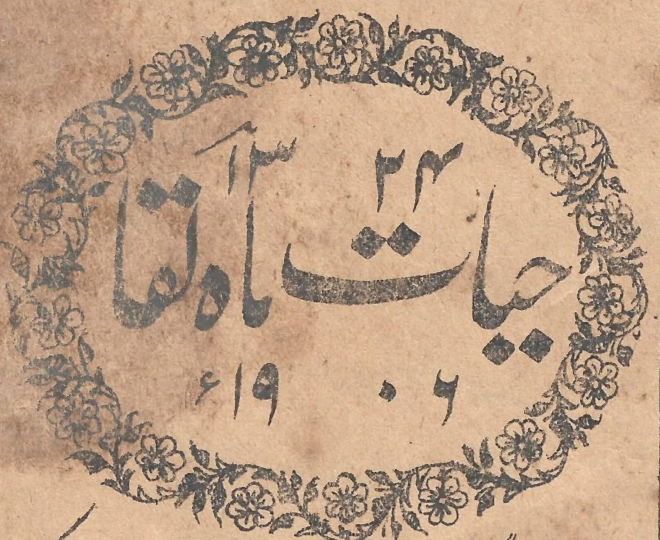


8685

بہترین حکیم کا فضیل خلق و جاننا

سبح عمرانی بن محمد و میر عسائی بن محمد بن پیکر بن منظر خانی بن ابی الحامد بن محمد بن



لو غلامہ فی خاک متوالف کہ جو صفت صفت نہ اچھا جو کمال
بیشتر ہوئی ام ای صاحب تربیت و تربیت و تربیت و تربیت
عبداللہ بن سکتہ عالی

مطبع نظام المطبع بارہ چپ تیرا دم طبع کر دے

مضامین اس جہیز کی گئی کہ جو صفت صفت نہ فائز

لیتہ احمد کاتب

تقدیم

ماہ نقابائی کے نام سے کون آفسین ہے۔ اور چنداجی کا نام کون ہے جو سنہ ۱۸۸۱ء کو انتقال کئے ابھی سو برس بھی پورے نہیں ہوئے جبکہ مقبرہ عالیشان اور سرا کوہ شریف کے پائین میں واقع ہیں۔ جہاں ہر سال عرس شریف کے موقع پر ہزاروں تماش بین اور زائرین فرودکش پہنچتے ہیں جسکو حیدر آباد کن کا ہر افسیہ اور برناؤ پسیر جانتا ہے۔ اور یہ بات بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ ماہ نقابائی لطیفہ گوئی۔ بذکری۔ شاعری۔ مروت۔ اخلاق۔ فیاضی۔ دولت ثروت۔ حکومت میں اپنے زمانہ میں بچائے روزگار مانی جاتی تھیں۔ باراکم سو برس کے پیشتر ہزاروں اشخاص بلکہ لاکھوں ہفتابائی کے جال جہاں آرا کے مشتاق۔ اور اسکی نظر عنایت کے امیدوار رہے۔ افسوس کہ اب وہ ماہ نقابائی موجود ہے اور نہ اسکی چاہنے والوں کا وجود باقی ہے۔ امتداد زمانہ بالکل کالیٹ دیا ہے۔ ایک ہفتابائی پرچی کی منہ سے ہر ایک انسان کیلئے بھی معاملہ درپیش ہے۔ مگر اب بھی ماہ نقابائی کا کلام اور حالات اسکی نام کو باقی رکھنے والے اور اسکی یاد کو تازہ کرینوالے زمانہ میں موجود ہیں۔ عام دستور کے موافق ایک ایسا زمانہ آئینا لا ہے کہ اب جو کچھ بجا بجا یا قبر کا نشان اور مقبرہ و سر موجود ہیں انکا بھی پتہ نہ ملے گا۔ سب زمین کے برابر ہو جائیں گے۔ لیکن چنانچہ کلام اور حالات ایک باقی رہے اور آئندہ بھی باقی رہیں گے۔

چنانچہ ہم نے ٹبری جتو اور جتو تلاش سے ماہ نقابائی کا سنہ دیوان اور خاندانی حالات پیدا فرما کر کے طبع کرائے ہیں۔ جو بڑے ناظرین ہیں۔ اگر ہماری خوش قسمتی سے یہ کتب اسکو قدر دان کی نظر سے دیکھا اور لطف اٹھایا تو ہماری منت و شفقت چیز ہو گئی۔ اور بصورتِ انعکاس سے شکایت و گلہ بھی نہیں ہے فقط
سلطنت آصفیہ کا نیک خواہ
گوہر حیدر آبادی

۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

حیدر آباد کن۔ وارا الشفا

چندابی بی المخاطب ماہ نقابانی
خانمانی حالات اوزی و سنی واقعات

جس زمانہ میں کہ ہندوستان جنت نشان کی زمام فرمان روائی حضرت ابوالفتح فیروز شاہ
محمد شاہ بادشاہ فردوس اکبر گاہ کے دست قدرت میں تھی۔ اور شہر جنتیان آباد دہلی
پر سکری و شادابی کے باعث جو بن پٹیا پڑتا تھا۔ ایک شخص غریب الوطن مفلس
و آوارہ۔ لیکن شریف خاندان۔ عالی صفت خواجہ محمد حسین خان نام قصبہ بارہہ (جوسادات
زیدی کا سکون مقام ہے) کا رہنے والا دارودہلی ہوا۔ چونکہ ملکی و مالی حالات سے ہمسر
سیلہ مشاعر۔ بلند فطرت تھا۔ اسلئے سمجھتا تھا کہ جو سرکار دانی کے باعث احمد آباد (گجرات) کے
ناظم کی طرف سے کڑو ڈگری پر مامور ہوا۔ مزاج میں عیاشی اور حسن رستی کا چمکا بھبت تھا
اسلئے عقد کے لئے کسی خوبصورت عورت کے تلاش شروع کی۔ اتفاقاً ایک بزرگ
خواجہ زانگاہان سے کاٹھیاواڑ کے رہنے والے احمد آباد (گجرات) میں مقیم تھے۔ لیکن
غربت کے باعث نہایت معنی الزاج دولت دینا سے فارغ و بی فکر رہتے تھے۔ اول کو ایک
لڑکی ماہ سپر۔ رشک حور چندابی بی نام موجود تھی۔ چنانچہ خواجہ محمد حسین خان نے پیام بھیجا کہ

اون بزرگ کو راضی کیا۔ اور اوس لڑکی کو اپنے حوالہ عقد میں لایا۔ ایک مدت کے
عیش و کامرانی میں (۱۹) بچے پیدا ہوئے۔ مگر جو ادشت روزگار کے باعث اکثر گرم
میں چل بسے۔ صرف پانچ بچے بچل جو اس حمہ زندہ باقی رہے۔ جو آئندہ عمر طبعی کو بھونچے
اون میں دو لڑکے غلام حسین و غلام محمد نام تھے۔ اور تین لڑکیاں جنکو لوزبی بی۔ بونبی بی
سیدہ بی بی کہتے تھے۔

چونکہ فلک کج رفتار کی چال ایک وضع پر پھین رہتی۔ اور خواجہ محمد حسین خان کی زندگی
ہمیشہ عیش و طرب میں گزرتی تھی۔ اس کے ساتھ اصراف و فضول خرچی بھی طبیعت میں
بھرت تھی۔ چنانچہ اس اصراف و فضول خرچی کے بدولت ذاتی رقم کے علاوہ بہت کچھ
سربکار کی امانتی رستم بھی خان مذکور کے تصرف میں آگئی۔ دشمنوں نے اس کی جبر
نہم احمد آباد کو بھجوا دیا۔ فوراً حساب کے جانچ پڑتال کی گئی۔ جس میں کچھ واجبی اور کچھ
غیب واجبی بدرخالی گئی۔ بدر کی معتمد اسی زیادہ تھی کہ جس کی ادائیگی سال تھی۔ آخر
خواجہ محمد حسین خان نے پاس آبرو و کمال سراپا کی حالت میں قرار پر کمر باندھی۔ اور اپنے
وطن بالوفہ کو روانہ ہو گیا۔ بیوی بچوں کو مصیبت کا شکار بنایا۔ اور بلکہ احمد آباد میں سبکدوش
دلاواریٹ چھوڑ گیا۔ جب غلام گجرات کو محمد حسین خان کے فرار کی خبر ملی تو تمام لغت و
جنس جو کچھ موجود تھا ضبط کر لیا۔ بلکہ چند ابی بی کو بھی معہ اس کے چھوٹے چھوٹے
بچوں کے قید کر لیا۔

چند ابی بی کی فراری | چند روزان بکیوں نے تھوڑے بہت متفرق اشیاء جو ضبطی سے
بچے ہوئے تھے اون کو بھیکر غریب کے ساتھ جوار باجرا کھا کر نظر بند
میں گزارا۔ جب کچھ بھی نہ رہا تو چند ابی بی نے فاقہ کشی سے تنگ آکر آخر فرار کی ہڑائی
اور بچوں کو لیکر آبادی کو چھوڑ جنگل کا راستہ لیا۔
چند ابی بی کا قہرہ دہلیہ میں پھنسا | چنانچہ چند روز کی صحرانوردی کے بعد چند ابی بی کا گھر

یہ مقنا کے قضا و قدر قبضہ دیولہ میں ہوا۔ جس نے یہ غمزدہ مع اپنے کم سن بچوں کے اتفاقات
 و شامت کے باعث بھگتیوں کے محلہ میں قیام پذیر ہوئی۔ اور بھگتیوں نے ان غریب الوطنوں
 ترس کھا کر پسندے اور ان کی توبہ سیری کا سامان کر دیا۔ لیکن چند روز کے بعد ان بھگتیوں نے
 چند ابی بی کو یہ ترغیب دی کہ اب جب ونب کو طاق پر رکھ کر ان لڑکیوں کو جو سن و جمال
 میں ماہ چھار دہ من رقص و سرود کی تعلیم دلائی جائے۔ تاکہ کسب معاش و تحصیل قوت کا
 ذریعہ بن سکیں۔ اور فراغت کے گزرے۔ اول تو چند ابی بی نے اس تجویز کو نفرت کی نگاہ سے
 دیکھا۔ لیکن جب بکسی اور فاقہ کشی پر نظر ڈالی تو آخر اس تجویز پر کار بند ہونا پڑا۔ چنانچہ
 لڑکیوں کو رقص و سرود کی تعلیم دلانا شروع کی۔

راجہ سالم سنگھ کی خبر گیری
 اندون فقہ دیولہ کا حاکم (راجہ) سالم سنگھ نام نہایت نامور
 شجاع۔ حسن و جمال میں نظیر۔ مال و دولت جمیعت و ثمت کی
 زیادتی کے باعث صوبہ گجرات میں مشہور تھا۔ جب اس کو خواجہ محمد حسین خان کے خیال و لطف
 کی بے سرو سامانی کی کیفیت معلوم ہوئی تو بلحاظ سرداری اول کی خبر گیری شروع کی۔
 اور ان معیت زدوں کے رہنے کے لئے ایک مکان بھی دیا۔ اور اس کے ساتھ
 ضروری اسباب بھی مہیا کر دیا۔

راجہ سالم سنگھ کا عشق میدہ بی بی کے ساتھ
 چند روز کے بعد چند ابی بی کی چوٹی لڑکی میدہ بی بی
 کے حسن و جمال نے سالم سنگھ کو ایسا شیفہ و شیدا
 کیا کہ صبر و قرار جاتا رہا چنانچہ اس دوشیزہ کو پیکر کے رام کرنے کے لئے تحفہ و تحاریر
 بے شمار شروع کیا۔ بعد چند روز کے چندہ بی بی سے اپنا مافی الضمیر ظاہر کیا۔ جس کو چند ابی بی
 بمقتضی وقت قبول کیا۔ اور میدہ بی بی کو ہم آغوشی کے لئے راجہ سالم سنگھ کے گھر بھیج دیا
 جہاں بی بی کا تولد
 کچھ مدت کے بعد راجہ سالم سنگھ کے صلیب سے میدہ بی بی کو ایک
 لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام ممتاز بی بی رکھا گیا۔ لائق سنجہ منوں نے

اس نومو لو د لڑکی کے متعلق یہ حکم لگایا کہ یہ لڑکی آئینہ کسی امیر ذیشان یا وزیر
والا تیسیر کی حرم حرم ہوگی۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی بہت صحیح ثابت ہوئی جس کا ذکر
آئینہ آؤ گے گا۔

سالم سنگ کی زوجہ کا سیدہ بی بی پر جادو کرنا | الحاصل حسب یہ بی بی کے بطن سے یہ لڑکی پیدا ہوئی
راجہ سالم سنگ کی محبت روز بروز زیادہ ہوتے گئے

ادھر راجہ سالم سنگ کی منکوحہ رانی نے رشک و کینا کاٹ سیدہ بی بی پر جادو۔ مقرر۔ خنجر کرنا
شروع کیا۔ چنانچہ اس کی تاثیر سے ایک روز سیدہ بی بی دفعتاً مثل مرض سکتے کے عیس و
حرکت ہو گئی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طایر روح نفس محضی سے پرواز کر گیا ہے۔ چونکہ فضل
ایزدی مثال مال اور رشتہ جیات مضبوط تھا۔ اس لئے تقوید۔ فلینہ۔ خنجر۔ مقرر سے چند روز کے
بعد سیدہ بی بی کا مزاج درست ہو گیا۔

چندابی بی کا انتقال | لیکن اس صدمہ جانکاہ سے سیدہ بی بی کی مان چہذہ بی بی نے یکایک
انتقال کیا۔ جس سے یہ نوجوان لڑکیاں سخت غایف اور ہراساں
ہوئیں۔ اور خیال پیدا ہوا کہ ہمیں ہمارا حال بھی ایسا نہ ہو جائے۔ اس لئے اپنے اپنے جانی
حفاظت کرنے لگیں۔

ہنگیتوں کے ساتھ تینوں لڑکیوں کی فراری | جس زمانہ میں کہ چہذہ بی بی اپنی لڑکیوں کے ساتھ
قصہ دیولہ کے ہنگیتوں کے محلہ میں فروکش ہوئی اور

بعد از انکار بسیار رقص و سرود کی تعلیم لڑکیوں کو دلانا شروع کی تھی اور سیدہ بی بی کو رقص
کی ہنجوابی کے لئے بھیجا تھا تو نور بی بی اکثر شوق و محبت سے ہنگیتوں کے گھر جا کر گانے
بجانے کی تعلیم حاصل کرتی اور گھر میں اگر اپنی چھوٹی بہن پون بی بی بھی اوس کی تعلیم دیتی تھی۔
چنانچہ یہ دونوں بہنیں علم موسیقی میں اس درجہ کی ماہر ہو گئیں۔ اور ہنگیتوں کو تعلیم دیتے
بعثت ان لڑکیوں پر ہر طرح کی حکومت ہو گئی تھی۔ جب چہذہ بی بی کا انتقال ہو گیا تو

میدان صاف ہو گیا۔ اور ان بگتیوں نے اپنے کمانے اور نفع پیدا کر نیکی خواہش
میں بھی تجویز کی کہ میدہ بی بی کو سالم سنگہ کے گھر سے ہر گاہ کر سب بیکاتھ کسی دوسرے
ملک میں بھاگ کر چلے جائیں۔ اور وہاں ان لڑکیوں کے ذریعہ خوب کمائیں۔

چونکہ جادو منتر کا خوف ان لڑکیوں کے دل میں جید بیٹھا ہوا تھا اسلئے اس تجویز پر
فوراً راضی ہو گئیں۔ اور ایک تقریب کے موقع پر قاپو پا کر میدہ بی بی کو راجہ سالم سنگہ کے
گھر سے نکال لائے۔ اور سب کے ساتھ بگتیوں کے فرار ہو گئے۔ چنانچہ صوبہ مالوا کے
راستہ سے دریائے زبرد عبور کر کے ملک دکن کو روانہ ہوئے۔ مگر اس پریشانی اور
دوڑ دھوپ میں میدہ بی بی کے دونوں بھائی غلام حسین و غلام محمد (جو اس سفر میں ساتھ تھے)
کھینچ چھوٹ گئے۔ حتیٰ کہ ہمیشہ کے لئے مفقود ہو گئے۔ اب ان لڑکیوں کے پاس کوئی محرم و
کی صورت نہ تھی۔

یہ زمانہ ہندوستان میں فردوسی لکھا محمد شاہ کی
پادشاہی کا تھا۔ اور نواب نظام الملک آصف جاہ مجاہد تہا
میں ملشکر فیروزی رونق افروز تھے۔ چنانچہ یہ بگتیتے

بگتیوں کا مو لڑکیوں کے برابر
چھوٹا۔ اور تبدیل نام کرنا۔

لڑکیوں کو لیکر بعد قطع مراحل ۶۱ سالہ میں اولاً وارد برہمنور ہوئے۔ اور شکر فیروزی میں
قیام کیا۔ جس کے فیروزی برہمنور سے کوچ کر کے اورنگ آباد آتا تو یہ بھی شکر فیروزی کے
ساتھ ساتھ اورنگ آباد آئے۔ چونکہ ان لڑکیوں کو تحصیل معاش کا کوئی ذریعہ نہ تھا
اسلئے اورنگ آباد چھوٹنے کے بعد بگتیوں کے ترغیب سے رفاہی کا پیشہ اختیار کر کے اپنے
شہرت دین اور شہر کے ساتھ اصلی نام تبدیل کر کے نور بی بی برج کنور بائی۔ اور

یہ لفظ کنور کے اختیار کرنے کا باب ان لڑکیوں کے دل میں یہ پیدا ہوئے کہ کنور کا لفظ عمدہ اور
بہتر ہے کیونکہ جہاں زادگان اور فرزندان راجہ ہوں ان کو کنور سے خطاب کرے یہ چنانچہ اس وجہ انہوں نے اپنے
اپنے نام کے ساتھ یہ عمدہ لفظ ایذا کیا تھا۔ اور اسیدہ ہم بھی ان کو انہیں سپر ناموں سے یاد کیا کریں گے۔ ۱۲

بولن بی بی بولن کنور بانی۔ اور سیدہ بی بی راج کنور بانی۔ اور محتاب بی بی محتاب کنور بانی
سے موسوم ہوئیں۔ اور محتاب کنور بانی کو (خوراجہ سالم سنگھ کے صلب سے تھی) مع
راج کنور بانی کے گھر میں پہنچ کر یہ دونوں نایک گائے کو جانے لگیں۔ چنانچہ ہتھوڑے
عرصہ میں ان کی شہرت ایسی ہو گئی کہ اکثر امراء اعزا کے پاس نایک و مہرے کی طلبی ہونے
لگی۔ اور راج کنور بانی کا اختلاط و ارتباط امراء سے ایسا بڑھا کہ ہر ایک انہیں کا
دم بھرنے لگا۔

عماد الدولہ بہادر و بہادر شاہ
اور آصفیہ بہادر کا انتقال
جن ایام میں کہ آصفیہ نظام الملک صاحب دربار ہانپور میں مشغول
سیر و شکار تھے۔ اوایل سال ۱۱۰۰ھ میں یہ خبر بد آئی کہ احمد شاہ
ابدالی نے دھلی پر چڑھائی کی۔ اور عماد الدولہ و امین قمر الدین
مدار الہام سلطنت مقتول ہوئے۔ اور محمد شاہ بادشاہ نے وفات پائی۔

بمجرد استماع اس خبر وحشت اثر کے نواصف جاہ بہادر کی خاطر سنگتہ پڑمردہ ہو گئی۔
چونکہ بن شریف بھی عمر طبعی چھوٹی چکا تھا۔ اس لئے دفعتاً مزاج مبارک جاہ اعتدال سے
منحرف ہوا۔ اور ضعف و تقاہت کی زیادتی ہوئی۔ طبیب و حاذق حاضر ہوئے۔ علاج
شروع کیا گیا۔ اور ۲۷ جمادی الاول ۱۱۰۱ھ کو بڑا ہانپور سے کوچ کر کے زینباد کے
جنوب رویشکر فیروزی کا مضر ب قیام ہوا۔ لیکن انیسویں برس کہ مرض میں افاقہ نہ ہوا۔ رو
بروز ترقی پذیر ہوتا چلا۔ آخر ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۰۱ھ بروز یکشنبہ کو اس اولوالعزم اور
نامدار رئیس عظم (آصفیہ بہادر) نے علی علیین کا سستہ لیا۔ بعد انتقال مغفرتاً
لقب سے ملے ہوئے۔ اِنَ لِلّٰہِ وَاِنَّ الْکَیْرَ رَاجِعُوْنَ۔

محتاب کنور بانی کو اسطو جاہ بہادر کا اپنے
کنج میں لانا اور صاحب جی صاحب خطاب لانا۔
اس کے چند روز بعد وہ پیشین گوئی جو نجومیوں نے
محتاب کنور بانی کے نسبت کی تھی اسکا ظہور ہوا
یعنی اختتام جنگ رکن الدولہ بہادر مدار الہام

سلطنت آمیفہ مختاب کنور بائی کے حسن خداداد کے ایسے والد و شہید ہوئے کہ اوسکی
 مان (راج کنور بائی) کو راضی کر کے مختاب کنور بائی کو اپنے عقد شرعی میں لایا۔
 اور صاحب جی صاحبہ خطاب عطا کیا۔

ارسطو جاہ بجا در کے دل میں مختاب کنور بائی کی محبت و الفت نے ایسا گھر کیا تھا۔ اور اوس کے
 طالع بلند نے ایسی یاد دہی کی تھی کہ سیر و شکار۔ سفر و حضر۔ بلکہ نہایت جنگی میں بھی بہ تجل
 و اختتام ہاتھی پر سوار رکن الدولہ کے ہمراہ رہتی تھی۔ اور حسان کہیں قیام نہ ہوتا تو تمام
 فوج شاہی صف باندھ کر آداب بجالاتی۔

جب ارسطو جاہ بجا در۔ راؤ غلام مہر اور اوپیٹ پر دہان کی ملاقات کے لئے پونہ کو
 روانہ ہوئے تو مختاب کنور بائی بھی ساتھ تھیں۔

بھر حال ارسطو جاہ بجا در کو مختاب کنور بائی کی جدائی اور مفارقت ایک منٹ کے لئے
 بھی گوارا نہ تھی۔ اور ارسطو جاہ بجا در کے خاطر و خوشی کے لئے اکثر امراءے نامدار و منصبدار
 شاہی۔ مختاب کنور بائی کا کمال اعزاز و احترام کرتے تھے۔ چنانچہ طغر الدولہ مبارک الملک
 بجا در اور شیر الدولہ بجا در جیسے امراءے نامدار زمانہ دیورھی (مختاب کنور بائی کا محل) پر
 حاضر ہو کر مراسم سلام نیاز اور عیدین کے مبارکباد بجالاتے تھے اور محل ہرا (مختاب کنور بائی)
 کے اندر سے ان امراءے نامدار کو پاؤں حضرت محبت تھا۔

علاوہ برین خود رکن الدولہ بجا در بھی نہایت عزت و توقیر فرماتے تھے۔ جبکہ باعث رکن الدولہ
 بجا در کے بھائی شریف الدولہ شرف الملک بجا در۔ میر جاد بای خان ارسلان بجا بجا در
 اور میرا یز دیار خان جنت بجا در بھی کمال ادب سے آداب بجالاتے تھے۔ جب رکن الدولہ
 بجا در نے شکار یا بی تو مختاب کنور بائی اپنی اصالت و نجابت کے باعث مثل پردہ نشینان
 عفت آب کی گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور ہمیشہ چنگا نہ نماز اور روزہ۔ وظایف و اوراد۔ بیچ
 و تحلیل میں تمام عمر بسر کی۔

مان کنور بانی کا تولد اور ناک آباد کی سکونت کے زمانہ میں راج کنور بانی حاملہ ہوئی اور بعد ايام
 مقررہ وضع حمل ہونے پر ایک لڑکی پری سپکر۔ حور منظرینا ہوئی۔ جبکا
 نام مان کنور بانی رکھا گیا۔ یہ لڑکی اسی حسین و مدیا رہ تھی کہ ایام دوشیزگی و خور دسالی میں
 ہنس نواب بالاجت شجاع الملک صاحب در (جو نواب میر نظام علی خان بہادر کے بھائی تھے) نے
 اوس کے حسن لاثانی کے والدہ و فرقیہ ہو کر اپنے محل میں لا کر رکھا۔ اور نواب مدوح اوس
 اس قدر محبت و دوستی رکھتے تھے کہ اگر کوئی ان کنور بانی بمقتضائے کم سنی ہو و لعب میں مشغول
 ہوتی تو آپ بھی اوس کے پاس خاطر سے اوس ہو و لعب میں شریک ہوتے۔ مگر افسوس ہے کہ
 یہ ہور منظر ایک لڑکا پیدا ہونے کے بعد انتقال کی۔ جس کا داغ نواب معزز کے دل پر عید ہوا
 بہت خان آشی مرخصا سے جب ان بہکیتوں نے دیکھو کہ یہ لڑکی ان انھیں کے زیر
 راج کنور بانی کا تعلق پیدا ہوا (اطاعت بہتین) لکڑا صعب ہی میں اپنے پیدائش و
 کماٹی کی صورت دیکھی تو مستقل طور پر قیام کر لیا۔ اور
 راج کنور بانی سے اکثر امراءے تصفا ہی محبت و لغت کرنے لگے۔ کیونکہ راج کنور بانی بہت
 اپنے دوسری بہنوں کے عنایت قبول صورت نیک سیرت۔ صاحب علق اور بامروت تھی
 مگر کسی کا بھی کندہ عاراج کنور بانی کے محل مقنود پر نہ ہو سکا۔ اور جسے نوشت ازلی و تقدیر
 لم یزلی راج کنور بانی کا نقش موانست امیر نامدار نواب البت خان عبادر تصعب ہی بخشنی غلط
 کے لوح دل پر درست ٹھیا۔
 اب بیان پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کے دلچسپی اور معلومات کے لئے نواب البت خان
 عبادر بخشی مرث غرض کے حب و نسب اور خاندانی حالات کا کیمقد تذکرہ کیا جائے۔ جس سے
 مدقبا بانی دجلی عہد سوانح عمری ہے) کے حب و نسب کی کیفیت۔ عالی خاندانی۔ کا حال۔ شرافت
 و نجابت کے اسباب ظاہر ہوں۔
 اگر محوڑ اساعور کر کے انصاف سے کام لیا جائے تو یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ مدقبا بانی کے

عالی خاندانی کا سلسلہ نہایت نامور اور شریف خاندان سے تھا۔ لیکن قضا و قدر کے معاملہ میں
 لکھو چارہ ہے۔ خواجہ محمد حسین خان کا اصراف و فزاری۔ خیال و اطفال کی سبکی و بے
 خبر گیری ان مفقود۔ پرورش کی کا ذریعہ مسدود۔ زمانہ غربت۔ ردیل صحبت۔ مجبور و معذور۔ ناگوار
 رائے کے باعث رقاصی کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔ جس سے خاندان کی عظمت برباد ہو گئی۔ کلنگ
 کاٹیکا ماسھے پر ہمیشہ کے لئے نمایاں رہا۔ ورنہ ماہفت بابائی کے عادات و اطوار۔ لیاقت
 و ہوشیاری۔ فیاضی و جرات۔ گفتگو اور سلیقہ۔ مروت و اخلاق۔ اوقات و وضع کی
 پابندی۔ صوم و صلوة کا خیال۔ میرتب کچھ اعلیٰ خاندانی اور عجیب الطریقہ کے پورے پورے
 موجد و مسین تھے۔

سیدہ بی بی عرف راج کنور بابائی (ماہفت بابائی کی ماں) نے بقضائے وقت رقاصی کا پیشہ
 اختیار کیا تھا۔ لیکن وہ لغزش خاندان ضرور تھی۔ کیونکہ اوس کی ماں چند بابائی بی بی احمد آباد
 گجرات کے ایک بزرگ کی دختر نکاح تھیں۔ اور اوس کا باپ خواجہ محمد حسین خان قصبہ بارتہ
 کارہنے والا ایک شریف خاندان کے یادگار تھا۔ بھر حال راج کنور بابائی کو صلب اور طبع و نو
 پاک و صاف تھے۔ پھر عجیب کیا ہے کہ اوس کی لڑکی ماہفت بابائی جو ایک شریف و عیب
 خاندان کے رکن امیر نادر بہالت خان مجاور بخشی صرف خاص کے صلب سے پیدا ہوئی ہو۔ جملہ اوصاف
 حمید سے متصف ہو۔ اور حسب و نسب کے عادات و فضائل اوسکو ورثہ میں نہ ملے ہوں۔
 چنانچہ اسی باعث ماہلقا بابائی من حیث المجموع جہ صفت حسنہ کا مجموعہ تھی۔ خیر آدم بر مطلب۔

بہالت خان بخشی صرف خاص کی خاندانی حالات

بہالت خان بخشی صرف خاص کا اصلی نام مجاور خان تھا۔ اور بہالت خان کا موروثی خطاب
 بیشک کاکر آصف جاہ بہادر سے عطا ہوا تھا۔ آپ (بہالت خان مجاور) میرزا سلطان
 نظر الما طب بہالت خان و صلابت خان معظم خان کے حلف اکبر و ارشد تھے۔ جن کے

خاندانی واقعات تاریخ فتحیہ میں اس طرح مرقوم ہیں کہ۔

مرزا سلطان نظر کے حالات | آپ (بالت خان بھادر) کے دادا میرزا محمد یار قوم فتحیہ برلاس
جو شہر بلخ کے معزز و عالی خاندان سے تھے۔ صاحبقران ثانی

شاہجہان بادشاہ کے عہد میں وارد ہندوستان ہوئے۔ بعد چند روز کے بزمہ مضبدار
شاہی ملازمت حاصل کی۔ اور ایک شریف خاندان کی بانو سے عقد کیا۔ پروردگار عالم نے
ایک نرسہ زندہ ترینیہ عطا فرمایا۔ جس کا نام میرزا سلطان نظر رکھا گیا۔ اور تعلیم و تربیت عنایت عہدگی اور
احتیاط سے کی گئی۔ بعد چند ہی اپنی ذکاوت و طبع کے باعث شاہان وقت کے اعلیٰ اور ممتاز
خدمات انجام دیں۔ چنانچہ آپ (مرزا سلطان نظر) کو محمد اعظم شاہ کے زمانہ شانہ و ادگی میں صلیب
کھلباب سرفراز ہوا تھا۔ اور بحکم حضرت خلد نزل رسالہ محمد اعظم شاہ کے متعلق آپ کو ایسا
اقتدار حاصل تھا کہ افراد مناصب پر سالہ کے آپ ہی کی دستخط ہوتے تھے۔ اور یہ بھی حکم تھا کہ
جب کسی مضبدار میں لیاقت و فراست موجود ہو تو مضب دوہتی سے دوہزار سی تک اپنی دستخط
سے اجزا کریں۔

تاریخ فتحیہ میں لکھا ہے کہ "حضرت خلد نزل نے داروغہ عرض کر کے حکم صادر فرمایا کہ محمد اعظم شاہ کے
رسالہ کے ملازموں کا منصب دوہتی سے دوہزار سی تک بباختان کی محرسے جاری کیا جا
کیونکہ ہم نے اس رسالہ کی بشیگری مثل بخشی اول کے بالت خان کے سپرد کی ہے۔ اور خلد
داروغہ داغ و تصحیح و امینی ہفت چوکی و داروغہ علی خزانہ اس رسالہ کی بزن خان کے نام
مقرر کی جاتی ہے۔ علاوہ بریں ساتھ لاکھ اشرفی کے توڑے (جو دفتر شاہی میں مہر جسدالی
لکھی جاتی ہیں) اراہ پر بار کر کے خان ہوصوف کو بھیج دئے جائیں۔ اور تاکہ یہ کیجائے کہ یہ
رستم ملازمین رسالہ کی تنخواہ میں تقسیم ہو۔ اور سرخ رنگ کے ڈیرے کچھ بھی بشیگری اور دیوانی
داغ و تصحیح و خزانہ کے لئے تیار کر کے اپنے جینہ کے پاس کھڑے کئے جائیں۔"

چنانچہ ان خدمات و اعزاز کی ریزی کے بعد تقریباً دوہزار تین سو مضبدار جن میں اکثر اعظم شاہی

اور بیدار بختی اور دالاجاہی اور باقی اشخاص اپنی تھے جو شاہزادہ کی سفارش سے خان کی
رسالہ میں نوکر ہوئے تھے رحمت ہوئے۔

جب شاہ عالم بہادر ہندوستان سے دکن کے جانب محمد کام بخش پر فوج کشی فرمائی تو فوج کا پیش خمیہ
خان موصوف کے تعلقین کیا گیا۔ اور چٹائی خان پیش خمیہ کے ہمراہ حسین ہوا اور بادشاہ نے
چٹائی خان کو ارشاد فرمایا کہ تم کو اس ولایت کے کماحقہ مقننیت نہیں ہے۔ اس لئے نصیواید
بالت خان کام کرنا چاہئے چنانچہ ہر دوسرا اتفاق لشکر کے ترتیب اور انتظام کیا کرتے تھے
جب بہادر شاہ فوج شاہی کے ساتھ حیدر آباد رونق افروز ہوئے تو محمد کام بخش نے اپنی
صندی طبیعت اور غیور مزاجی کے وجہ سے فوج شاہی کا مقابلہ کیا۔ جس سے ہدف نادر اجل کا
نشانہ بنا۔ اور چٹائی خان بھی اونہیں ایام میں بعارضہ جسمانی انتقال کیا۔

اس کے بعد کچھ ایسے امور پیش آئے کہ رسالہ کی تنخواہ چڑھ گئی۔ غلہ کی گرائی۔ اور گھوڑوں کے
کاہ و دانہ کی تکلیف ایسی واقع ہوئی کہ بیان سے باہر۔ چنانچہ بالت خان نے اس تکلیف و
پریشانی کا حال بادشاہ کے بارگاہ میں عرض کیا۔ ارشاد شاہی ہوا کہ اس کا جواب امیر الامار

بہادر شاہ کی شہزادگی کے زمانہ میں ایک شخص ارسلان خان نامی والی حاکمت کا شہزادہ اپنے لڑکوں کی دست برد
آوارہ ہو کر کابل میں آیا۔ اور شاہزادہ محمد اعظم کی ملازمت اختیار کی۔ مالگلوں شاہ نے پیاس سفارش فرزند ارجمند کے اسکو
سفید ہزار پانصدی اور دو ہزار سوار و علم و تقارہ سے سرفراز فرما کر بادشاہزادہ کے مقیم فرمایا تھا۔ اور بعد جلوس
شاہ عالم بہادر کے تخت ہندوستان کیلئے فیما بین محمد اعظم شاہ اور بہادر شاہ کے خوب جنگ ہوئی
اور اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ محمد اعظم شاہ معا اپنے فرزند بیدار بختی کے مقتول ہوا۔ اور بہادر شاہ نے فتح
پائی۔ چونکہ اس جنگ میں ارسلان خان نے کمال درجہ کی جانفشانی اور بہادری دکھلائی تھی۔ اس لئے شاہ عالم
نے اسکو منصبیت ہزاری اور سات ہزار سوار خطاب چٹائی خان بہادر فتح جنگ دیا ہی مراتب و ایلی جہاں دار سے سرفراز
فرمایا تھا۔ مگر اس وقت چٹائی خان کی جمعیت ساٹھ یا تیس سو غلیہ سے زیادہ نہیں تھی۔ اور برنامہ فوج کا سردار کہلاتا تھا ۱۲

ذوالفقار خان بخشیشی کے ذریعہ صادر ہوگا۔ جب چند روز گزرے تو امیر الامرا نے بسالت خان سے حکاکہ نہات ضروریہ کے باعث اس قدر قسم خوار میں موجود نہیں ہے کہ رسالہ کی تنخواہ میں کچھ طعنا چندا مل گیا۔ بادشاہ نے معظم خان جدۃ الملک مدارالہام ریاست کو حکم دیا کہ ان لوگوں کی تنخواہ میں کوئی جاگیر تجویز کر کے پیش کرے۔ ادھر رسالہ کے لوگ فاقہ کشی سے جان بلب اور گرانی غلہ سے سخت مجبور ہوئے اور بسالت خان نے بادشاہ کی خدمت میں مکرر عرض پیش کیا کہ یہ حدودی فرق مبارک کا تصدق جو جاگیر پاتا ہے وہ صرف ذاتی ضروریات کے لئے کافی ہے۔ اور اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ رسالہ کی تنخواہ بھی دی جائے۔ بہر حال یہ خود ہوگا مہنتا ممکن ہے۔ اور نہ اون کو بھوکا دیکھ سکتا ہوں پس امیدوار ہوں کہ بھیر رسالہ کسی دوسرے کے تفویض فرمایا جائے۔

بادشاہ نے امیر الامرا کے ذریعہ بسالت خان کی فہمائش صحت کی۔ مگر خان نے ایک نئی سنی اور باوجود فہمائش استغناء دیدیا۔ آخر بادشاہ نے اس رسالہ کو مغل ہارسی کے تفویض فرمایا۔ لیکن چند روز کے بعد بدانتظامی اور تشر کے باعث اس رسالہ میں بحج بنام کے کوئی باقی نہ رہا۔ اکثر آدمی رسالہ کی نوکری سے دست بردار ہو کر شاہزادگان بلند مراتب اور امرائے نامدار کے پاس نوکر ہو گئے۔ چنانچہ اس روادری کے باعث رسالہ کا شیرازہ پریشان ہو گیا۔ اسکے بعد بادشاہ نے بسالت خان کو میرآلشی دکن کی خدمت سے فراہم کرنا چاہا۔ مگر خان نے قبول نہ کی۔ اور صرف بارگاہ شاہی کی حاضر باشی پر اکتفا کیا۔ اسکے چند روز بعد زمانہ نے گردش کھائی۔ اور مجاہد شاہ لاہور میں ساتھی کے ہاتھ سے پیمانہ

بلا۔ مغل ہارسی کسی وقت میں محمد اعظم شاہ کی سرکار میں نوکر تھا۔ اور بعد برطرف ہو کر ایک مدت تک مہاراجہ کے ساتھ رہنے لگا۔ اس کے بعد کابل جا کر شاہزادہ محمد معظم کی سرکار میں نوکر ہوا۔ چنانچہ شاہ عالم عجا
اسے جلوس کے بعد مغل ہارسی کو منصب ہزاری اور خطاب مخلص خان سے متعارف فرمایا تھا۔ ۱۳

اہل نوش کیا۔ بجز اس واقعہ کے چار دن شاہزادوں میں فتنہ و فساد برپا ہوا
 اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ بادشاہی کا دم بھرتے لگا۔ اور اپنے اپنے رفیقوں کو خداست
 منصب کی بھی قسم شروع کر دی۔ چونکہ بالاختان ابتدا سے جہان شاہ (شاہزادہ چھائی) کا
 کی رفاقت میں بسر کرتا تھا۔ اسلئے جہان شاہ نے اس موقع پر بسالت کو معظم خان کا خطاب
 اور اصل و اضافہ منصبش ہزاری و مخیرار سوار و خدمت کشیگری سے فخر و ممتاز فرمایا۔
 لیکن افسوس ہے کہ جہان شاہ اس پیش کی جنگ میں معہ اپنے دو بھائیوں کے مقتول ہوا
 اور شاہزادہ سوزالدین جہاندار شاہ (جو جہاندار شاہ کا بڑا بیٹا تھا) کو فتح نصیب ہوئی۔ اور
 اورنگ شاہی پر ملبوس فرمایا۔ امیر الامرا ذوالفقار خان کو قلعہ ان وزارت عطا ہوا۔
 چونکہ بسالت خان کو امیر الامرا سے قدیمی اتحاد و رابطہ تھا اس لئے امیر الامرا نے بسالت خان
 کو پیشگاہ جہاندار شاہ میں لجا کر منصب و خطاب اور جاگیر کی بجالی (جو خلد منزل کے عہد میں
 خلعت فاخرہ و قبضہ شیر سے مملع و متاثر کیا۔
 اس کے بعد شاہزادہ قمر فرخ شیر جہاندار شاہ پر فوج کشی کی۔ جبکہ نتیجہ یہ ہوا کہ جہاندار شاہ
 قتل ہو گیا (جو اس میدان میں چند روز کے بعد مر گیا) اور ذوالفقار خان امیر الامرا قتل کیا گیا
 اور شاہزادہ فرخ شیر سادات بارہ کی اعانت و امداد سے تخت شاهی پر قدم رکھا۔ اور
 سید عبداللہ خان معروف بہ حمید علیخان نے وزارت کی خدمت سے فخر رازی پائی
 اور ان کے بھائی حسین علی خان کو بخشگیری کی خدمت اور امیر الامرائی مرحمت ہوئی۔ چنانچہ
 اس موقع پر امیر الامرا کے ذریعہ بالاختان نے بلخا لیا قتل و جوہر شہباعت بارگاہ فرخ شیر
 خلعت و منصب اور خطاب سند بجالی جاگیر حاصل کی اور چند ہی روز کے بعد امیر الامرا کا مرقع
 حاصل ہو گیا۔

جب وقت امیر الامرا حسب راجہ پناہ سے راٹھور و کچواہہ کے قبیلہ و نادیر اور طلب ڈولہ
 کے لئے مامور ہوئے اور پچاس مزار سوار جرار اور تھمنا تین اسم امرا کے نامدار و صاحب قوت

ہمراہ کئے گئے تو امیر الامرا نے بادشاہ سے سفارش کر کے بلخستان کو اس فوج کی
بخشگیری اور وقایع نگاری سرکار کے ہمراہ لیا۔ مگر اس محکمہ میں بلا کسی جنگ و جدال کے
راجہ اجیت سنگھ راٹھور نے برعزت و خواہش اپنی لڑکی کو دولہ دینا پسند کیا۔

اس کے بعد جب امیر الامرا صوبجات دکن کے بندوبست و انتظام کے لئے بھیجے گئے تو اس
موقع پر بھی خدا تحت گیری اور وقایع نگاری دکن کی بلخستان کو دلوائی۔ چنانچہ خان مخ
خلعت فاخرہ اور ایک زنجیر فیل مادہ سے مسرار ہو کر امیر الامرا کے ساتھ دکن روانہ
ہوا۔ اکثر موقعوں پر امیر الامرا خان معز کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

جب امیر الامرا دارالفرستخ بلدہ اوجین میں پھونچے تو فرمائش شاہی امیر الامرا کے نام صادر
ہوا کہ اندون والی ایران کے پاس سے سید مرتضیٰ خان ایچی آیا ہوا ہے۔ پس بادبست
لازم ہوا کہ حیان سے بھی ایچی روانہ کیا جائے۔ چنانچہ ان آہم خدمات کے انجامہ صی کے لئے
بلالت خان تجویز کیا گیا ہے۔ پس فوراً خان معز کو دربار شاہی میں روانہ کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ
ایک دوسرا فرمان بلخستان کے نام اوس میں ملفوظ تھا کہ تمہارے لئے امیر الامرا کو
لکھا گیا ہے پس فوراً روانہ ہو جاؤ۔ جو وقت کہ نیرمان امیر الامرا نے رکھا تو بلالت خان
سے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ جو وقت کہ میں ملک دکن میں داخل ہو جاؤں گا تو تمکو ہفت کرد و لگا۔
مرزا سلطان الما طلب بلخستان کا انتقال

مگر اتفاقات قضا و قدر سے داؤد خان افغان جو
حکمت دکن کا ناظم تھا۔ امیر الامرا کی اطاعت سے بے تحاش
دکھری کی۔ حالانکہ بلالت خان نے مصالحت میں بہت کچھ کوشش کی مگر سود مند نہ ہوئی

پھر امیر الامرا کا یہ قاعدہ اور منابطہ تھا کہ جن صوبہ داران صادر ہوتا تو بلخستان کو کہتے کہ تم فرمان
رو برو کھڑے رہو۔ تاکہ میں تسلیات بجالاؤں۔ اور تسلیات بجالانے کے وقت سیوا متہارے
اور کوئی مقابل نہ رہے۔ ۱۲

آخر جنگ کی نوبت آئی۔ اور داؤد خان مارا گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس جنگ میں بہالت خان
بھی مردانہ وار قتل ہوا۔ اور بلیدہ دارا سرور برہانپور علیہ سنوارہ میں جو خود مرحوم کی خریدی ہوئی
محبلی (جو زمانہ ملازمت شاہ عالم ہمارے خریدی تھی) تھی۔ مدفون ہوا۔ ۶۳ سال کی عمر پائی۔

بہالت خان کے عادات و ضامیل وغیرہ | بہالت خان بہت عظیم الجثہ بلند و بالا۔ خوب رو
جوان صالح مروت سے آراستہ اور حسن اخلاق

پرست تھا۔ پندرہ سال کی عمر سے (جو سن تیز گزرا زمانہ کھاتا ہے) باوجود تکلفات و تکلیف کے
نارنجیدہ کے علاوہ نماز پنجگاہ بھی قصائد ہوتی تھی۔

اس زمانہ میں کہ تھوڑے عرصے میں شاہ احمد نگر سے عازم اکبر آباد ہوئے (جس کی مسافت تین سو کم
جری کوں شمار کی گئی ہے) تو بہالت خان باوصف حد آفتاب و شمس گرمی ایک لمحہ بھی طویل
تحت روان کے منزل مقصود پر پہنچنے بے گت جدا نہ ہوا۔

اور باوصف کثرت مشاغل و رجوع خلافت و سوال و جواب مقدمات ہر وقت نماز پنجگاہ کو بیدار
ہو کر بعد ادا کے نماز پنجگاہ طلوع آفتاب تک وظایف و ادعیا و اوراد میں مشغول رہتا تھا۔

ایک دفعہ عالم کم منہی میں مرٹھوں کے تقاب میں تین شبانہ روز متواتر ہوئے سرد و سرما
میں گزارنا پڑا تھا۔ چنانچہ مقتضائے تاثیر ہوئے بار و خان موصوف کو سخت درد سر عارض

ہوا۔ اور ایک آشنائی ترغیب سے تخفیف درد سر کے لئے تھوڑی انسیوں بھوری استعمال
کر لی گئی تھی۔ سیوا کے مدت اکر بھی سکرات و منہیات کے جانب رغبت نہ کی۔ اور نقص

و سرد و سرد و سرد سے نفرت کی تھی۔ اور بازی نزد و نظر سنج۔ گنجھ و چوسر کو اعمال تحریمہ و خطائے
غیرہ تصور کرتا تھا۔ مروت و حسن خلق میں بے نظیر تھا۔ جو کچھ نقد و جس تردد و تدبیر سے پیدا

اور فراموش ہوا تھا وہ اکثر خالص اللہ خیرات و مبرات میں صرف کیا کرتا۔ دو وقت کا کھانا
اد کے رفقاء کے رنگ جنگی نقد و ادنا طرکات ہوگی ساتھ کھاتے تھے۔ کھانا بالکل سادہ ہوتا تھا۔

چنانچہ پانچ وقت روٹی۔ کباب۔ قلیہ۔ اور شام میں خشک قلیہ۔ پلاؤ۔ زیب دسترخوان رہتا تھا۔

اور نماز گھر کے بعد قہوہ نوشی بھی کجاتی تھی۔ جس میں میوہ ہائے تر و خشک موجود رہتے تھے۔
 بس میں بالکل ساگی تھی۔ فقط قبائے سفید (گران بجا) پہنتا تھا۔ جو جامہ اور دستار ایک با
 استعمال میں آتے وہ بغیر شوب کے مکر استعمال میں نہ آتے تھے۔ اور یہ بھی عادت تھی کہ لمبوسا
 فخرہ اس سال کے دوسرے سال میں فقر و محنت جون۔ رفقا و آشنا یوں میں تقسیم کر دئے
 جاتے تھے جس سال کہ با احتیاط میرا لامرہ کے ساتھ راجپوتانہ امیر کے قبیلہ کے لئے روانہ
 ہوا تھا تو اخلاص خان (جو خاص امرا نے شاہی سے تھے) نے متعدد درفقات لکھے تھے۔
 انرا بخل ایک دو کے ترجمے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

رقعہ نمبر ۱۔ خان صاحب بہان کرم فرما سلامت۔ اس آبادی کے اطراف میں جسکی
 آبادی ہمیشہ زیادتی ہوتی رہے۔ ہر لون کی کثرت بہت ہے جسکے لئے ایک چیتے کی ضرورت
 ہے۔ سنا گیا کہ وہ سب زمین چیتوں کا معدن کھلاتی ہے۔ پس کوئی چیتا گرفتار کر کے
 فقیر کے لئے بھیج دیتے۔ کیونکہ شکار کا لقمہ حلال ہے۔ اگر آپ کے دل میں یہ خیال گزرے کہ
 دعویٰ تو فقیری کا کرتے ہیں۔ اور چیتے کے خواستگار ہیں۔ لیکن اسکو کوئی نسبت نہیں
 کیونکہ جب تک منصب کا نام باقی ہے۔ یہ آرزو ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ جس دن یہ بظرف
 ہوگی تو تیرا رزق میں بھی اس کے ساتھ یہ دہلیاں ہیں اٹھیں۔ علاوہ بریں اس سفر میں دل
 سے زیادہ محبت رہتی ہے۔ مناسبت خان اور خواجہ عطاء اللہ صاحب میں رکھنے کے لئے
 بہت اچھے ہیں۔ غالباً آپ جانتے ہوئے ورنہ آپ جان سکتے ہیں۔ اور محمد متیم علم صاحب
 میں کمال رکھتا ہے۔ ایسی لیاقت رکھنے والا نوالہ صاحب کی خدمت میں رہنا چاہئے۔ خدا کو
 کہ ہمارے نوالہ صاحب اس کا خیال رکھیں۔ اور آپ بھی اس میں توجہ فرمائیں۔

رقعہ نمبر ۲۔ صاحب میرے آپ تصور سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ جب فرض کر لیا جا
 تو یاد سے جانا ناممکن۔ نیکون کی یاد کے لئے کوشش نہ چاہئے۔ کیونکہ نیکی خداوند تعالیٰ کو
 بہت پسند ہے۔ جو کچھ کہ حشا و بعض طہنوں کے نسبت لکھا گیا تھا معلوم ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ

بعض حدیث نیکوں کی برائی چاہتے ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ خود اپنے بدخواہ ہیں۔ حضرت
مولوی مسنوی کے کلام سے ایک رباعی بیان حسب مناسبت معلوم ہوئی۔ لہذا تحریر میں آئی
ایک دن مولانا روم اپنے فرزند سلطان کو فرماتے تھے کہ اسے لڑکے کی توہین نہایت
بہتر ہے۔ جواب دیا ہاں۔ فرمایا یہ رباعی یاد رکھ کہ تیرے لئے مفید ہے۔ رباعی

بیشی خواہی ز بیچکس پیش پیش	چون سرم و دم باشی چون پیش پیش
خوبی کہ ترا ز بیچکس بدتر	بدگو و بد آموز و بد اندیش پیش پیش

اور میں اس شرح و بسط سے بھی ہے کہ میرزا سلطان علی الخاٹب دہلیستان دہلی
روزگار و امرا کے بادشاہ سے تھے۔ جواز روئے نسب چندابی بی الخاٹب اہ نقابانی کے
جدا علی ہوئے۔ چنانچہ مہمنون (کل شئی ریح الے اصل) ماہ نقابانی میں بھی حسن
احسان اور اطوار پسندیدہ اپنے اجداد کے جلوہ افروز تھے۔

ان تمام اب بیان پر دہلیستان بھادر کا خاندانی تذکرہ ختم کر کے اصل قصہ کے جانب رجوع
کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے آگے ہم بیان تک لکھ چکے تھے کہ راج کنور بانی کے مراسم
تعداد اور روابط و داد و دیار دہلیستان بھادر بخشی صرف خاص سے روز افزوں ترقی پذیر ہوتے چلے
چنانچہ ایک زمانہ کے بعد گل آرزو شگفتہ ہوا۔ اور راج کنور بانی کو حل قرار پایا۔

راج کنور بانی کے اور رسالت خان بھادر کے

چندابی بی الخاٹب اہ نقابانی کا پیدا ہونا

راج کنور بانی کے اسقاط حل کے	جس زمانہ میں کہ راج کنور بانی ماہ نقابانی کے حل سے
مغل جناب امیر انیس علیہ السلام کا	تھی تو ایک بار جناب امیر علیہ السلام کے زیارت کے لئے
	کوہ شریف پر حاضر ہوئے اور شاہ تہل علی صاحب

(جو کلاست ظاہری و باطنی اور خطاطی و مصو سی۔ مذکورہ کوئی لطیفہ سجی بین فرد گمانہ تھے) بھی

بھلا عسلاقتہ تا بعد اسی راج کنور بانی کے ہمراہ رکا سکتے۔ دفعتاً گوہ شریف کے مقام پر راج کنور بانی کو اسقاطِ حل کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور خون جاری ہو گیا۔ نئے العود شاہ تھلی علی صاحب استنائہ مقدس مرتضویٰ مین جا کر چپ تار نارہ کے اور تھوڑی عودی عود دان سے لیکر آئے۔ تارہ تو راج کنور بانی کے کمر میں باندھا۔ اور عودی کھلا دی۔ بھر دیا اس حل کے باعجاز و ظہر العجائب والغرایب اس اللہ العالی علیہ السلام کے خون مند ہو گیا اور حل مستقیم رہا۔

تولد چنابی بی الناطب ماہ نقابانی | جب ایام حل منقضی ہوئے تو تاریخ ۲۰ ہری قعدہ ۱۱۸۵ ہ
روز دوشنبہ کو جب آفتاب عالم تاب دوزینے برابر آیا
ساعت قمر میں ایک ماہ پیکر حور منظر لڑکی تولد ہوئی۔ بچوں نے چنابی بی نام رکھا۔ موع
کا بیان ہے کہ تولد کی وقت دفعتاً ایسی روشنی ہوئی کہ تمام حجب سرہ منور ہو گیا۔ تمام حاضرین
اس مشاہدہ سے متحیر و متعجب ہوئے۔

جشن چٹھی کا تحف | تولد کے پانچویں روز چٹھی شب کو رستم دل خان کی حویلی میں جب فرماں
خسروی جشن چٹھی مقرر ہوا۔ جہاں شیرجگ منیر الملک صاحب در تشریف
رکھتے تھے۔ اور شام جنگ رکن الدولہ مدار المہام ریاست آصفیہ نے اوس حویلی کو لیکر نہایت
تحف سے آراستہ کیا تھا۔ اور جو جب کم نواب غفران مآب غلام سید خان سحراب جنگ
ارسطو جاہ اور راجہ پرتاب و نت ہر لکھ اس دیوان آصفیہ کے بیٹے اور دوسرے امرا نے
نامدار کمال تحف و اہتمام سے افواج شاہی کے ساتھ چٹھی کی کچھڑی ہاتھیوں پر بار کر کے
لائے۔ اور رسم تہنیت ادا کئے۔ چنانچہ اس جشن کے رسومات ایک مدت تک عکاسیت تحف
عہدگی سے ادا ہوتے رہے۔

راج کنور بانی کا چنابی بی کو صاحبی حصار تھا کنور بانی کی آنکھیں میں دنیا

جو کہ صاحب جی صاحب (مہتاب کنور بائی) محل چشم جنگ رکن الدولہ بھادر کے بطن سے
 کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس لئے راج کنور بائی نے چندابی بی کو صاحب جی صاحب کے
 انوش فرزند میں دیدی۔ اور خود عبادت و خدمت طلبی میں مشغول ہوئی۔ اگرچہ میدابی بی
 راج کنور بائی کا نام بچہ پر نوشت۔ کبھیوں کی فہرست میں شامل ہو گیا تھا۔ لیکن لاگہری
 اور نجابت فطری کے باعث ہمیشہ نجیب روی اور قدر دانی کرتی رہتی تھی۔ اور مدام اپنا
 برکت ساز چنگانہ۔ وظائف و اوراد۔ تسبیح و تحفیل میں گذارتی تھی۔ مشائخ کرام اور علمائے
 عظام سے کمال اعتقاد تھا۔ آخر اہل سلوک و اہل باطن کی صحبت سے پارتک جہاں چنانچہ
 اکثر کثرت باطنی و مراقبہ و تقویٰ میں محنت کرتی اور آخر شب سے یک پیردن تک وظیفہ میں
 مشغول رہتی تھی۔ اس درمیان میں کسی سے بات چیت نہ کرتی تھی۔

راج کنور بائی کی فیاضی اکثر مشائخین و فقرا کو بقدر مراتب اس فیاض عورت نے فی کس ایک
 ایک ہزار اور بعض اوقات دو دو ہزار روپیہ تک نقد بخشش و
 تواضع کرتی تھی۔ چنانچہ اسکی فیاضی کی شہرت بھت دور دور تک تمام ہندو دکن میں
 مشہور ہو گئی تھی۔ بعض اوقات ہندوستان اور اس کے اطراف و اکناف سے تو
 حکام و گویے بھی آتے تھے جنکو میدہ بی بی (راج کنور بائی) کے خوان کرم سے
 بمقتضائے قدر دانی و نیکی نامی دس دس ہزار روپیہ تک نقد اور خلعت ہائے مکمل و زین
 ووشالہ ہائے بیش قیمت۔ زنجیر ہائے فیل۔ جواہر و غیرہ مرحمت ہوتے تھے۔ بھر حال کوئی سا
 اس کے دروازے سے محروم نہیں کیا۔ کچھ نہ کچھ بھروسہ ہر ایک کو مل ہی جاتا تھا۔

راج کنور بائی کے تصرفات اب زہد و تقویٰ کے تصرفات و کمالات لائحہ ہوں۔ ایک دفعہ
 لشکر فیروزی دریائے کشا سے گنگا کو عبور کر رہا تھا۔ اور دریا
 حایت ہندیانی پر پہنچنے کے باعث سیوانے باطنی کے عبور مشکل تھا۔ چنانچہ تمام محلات و
 لشکر بقیہ مالا کلام گھوڑے اور ہاتھیوں پر سوار شدادری کرے تو بے عبور کر رہے تھے

راج کنور بانی محسبوں بالی میں سوار تھیں۔ اور بالی کی سواری میں دریا کا عبور ناممکن تھا۔
 لہذا راج کنور بانی نے رکن الدولہ جہاد کو کھلا ہوا ایک ہمارے عبور کے لئے ہاسٹی
 روانہ کیا جائے۔ اتفاقاً ہاسٹی کے پہنچنے میں یکسٹری کی دیر ہو گئی۔ چونکہ راج کنور بانی کا
 مزاج بہت تیز تھا۔ اس لئے براشتفہ ہو کر اپنے ہمراہیوں کے سواری کا رتھ لٹکا کر سوار ہو گئی
 اور بالی میں دھڑ دھڑا کر پہنچا۔ رکن الدولہ کو ڈال دیا۔ حالانکہ دریا کا پانی
 اس قدر جھپٹتا تھا کہ لہتیوں کی لہریاں تریوٹی تھیں۔ مگر تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ
 راج کنور بانی کے رتھ کے پائیوں سے ایک اچھٹھی پانی اوجھانہ ہوا۔ چنانچہ رتھ مع انھیں
 دریا کے پار ہو گیا۔ اس ماجرا نے عجیب و غریب فساد رکن الدولہ جہاد کمال متاثر ہوئے۔
 اس کے آگے بھی راج کنور بانی کی عزت و احترام بظاہر صاحب جی صاحبہ (مختاب کنور بانی)
 کی ماں ہونے کے بھت کہہ کرتے تھے۔ لیکن اس فقر کے معائنہ سے اور بھی عظمت و بزرگی
 راج کنور بانی کی آپ کے دل میں جاگزیں ہو گئی۔ اسی قبل کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ جناب میں
 رکن الدولہ جہاد قلعہ گوپال پیٹھ کا محاصرہ کیا تھا تو پانی ہر روز سے الاتصال بلا فاصلہ افراط و
 تفریط سے ایسا بہتا تھا کہ قلعہ مذکور کی تنخیر شکریوں کو ناممکن الوقوع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہمو
 رکن الدولہ سے راج کنور بانی کو کھلا بھیجا کہ بارش کی زیادتی سے قلعہ کی تنخیر دشوار ہو گئی ہے
 چونکہ آپ شاغل کام ہیں۔ لہذا دعا کیجئے کہ بارش میں تخفیف ہو۔ اس پیام کے سننے ہی
 راج کنور بانی نے اول تو عجز و انکاری کے ساتھ عذر کیا۔ اور بعد میں بھی کہ اچھا جاؤ گے کہ لہو
 جہاد کو ٹرہ دو کہ آئینہ پروردگار عالم کی قدرت کاملہ سے ہر روز صبح سے تین بج تک
 مطلع صاف ہے گا۔ اور مطلق بارش ہوگی۔ اس عرصہ میں قلعہ گیرمی کا سامان کر لیا جائے
 چنانچہ اسکے بعد جب قول راج کنور بانی بارش تے صبح سے تین بج تک برابر فرمت
 دی اور یہ فضل نفع حقیقی قلعہ فتح ہو گیا۔

اسی طرح اور بہت سے خرق عادات اور تصرفات میں غلبہ صفات اکثر ظاہر ہوئے ہیں

جیو غلط موافقت نظر انداز کئے جاتے ہیں۔

راج گوبابی کا انتقال | افسوس ہے کہ عقیقہ دورانِ غیبت خصالِ علیہ وراہہ گورکھ گوبالیست
و فرحان ۱۹ محرم ۱۳۸۴ء کو راجی و صندھ رنوان چوٹی۔ اور اسے
حسن کے باعث کوہِ فلک کوہِ مرتضوی کے پائین فن کی گئی۔ چنانچہ ہر سال ہفتابائی چٹا
تکف و اہتمام سے عرس کرتی تھیں۔ اور عرس کے موقع پر کمالِ تجل و چشم رہتا تھا۔ ہزار ہا مسکین
مقررہ وقت پر بریانی اور زردہ کھاتے تھے۔ کلامِ مجید کا ختم ہوتا۔ چراغِ خون کی روشنی بکثرت
ہوتی۔ پنج رنگ کا بھی عمدہ ہٹاٹ رہتا تھا۔ مشاعرہ کی بھی ترتیب ہوتی تھی۔

الحاصل چندابی بی (ماہِ لقا بائی) صاحب بی صاحب کی آغوشِ محبت میں بہت کچھ
ماز و نعم سے پرورش پائی۔ اور ہر ایک علم و فن میں کمال حاصل کی۔ علمِ موسیقی میں بچپن سے
روزگار تھی۔ چہرہ سے امارت کے آثار نمودار تھے۔ امرا کے نامدار اور بارگاہِ شاہی میں
ہمیشہ باریابی کا خسرہ حاصل رہتا تھا۔ کوئی مجلسِ بزم و طرب کی ایسی نہیں ہوتی تھی کہ
اس میں ماہِ لقا بائی شریک نہ ہوتی ہو۔ سب گانِ حضرت کے الطاف و عنایاں سب
سب دل رہتے تھے۔ اور اکثر سیر و شکار و ہیات میں بھی ماہِ لقا بائی کی یاد سوا کرتی تھی
چنانچہ سالہا میں سفر کو لاکس آمد ۱۹۰۰ء میں شیر قلعہ نرمل اور ۱۹۰۱ء میں قلعہ پنگل
میں پیری پسر پٹھی پر سوار حضرت خضران آس کے ہمراہ رکاب تھی۔

چندابی بی کو بارگاہِ خیر میں ماہِ لقا بائی کا خطاب اور نوبتِ گھڑیاں کا عطا ہونا

سب گانِ عالی مع الخیر سفر پنگل سے معاودت فرمائے تو سالہا میں حیدر آباد پہنچ کر
۱۸۰۰ء میں عشرت افزا مرتبہ بنایا۔ اور تمام امرا و منصبدار خطاب و منصب علم و تقارہ سے
سرمراز و ممتاز کئے گئے۔ اور بمناسبت نام کے چندابی بی کو ماہِ لقا بائی کا خطاب اور نوبت

و گھڑیاں (جو لازماً مضبوری ہے) سے راز فرمایا۔ چنانچہ عطاء نے نوبت کی تاریخ
ایک صاحب نے سب ذیل لکھی ہے۔ قطعہ

نوبت شہنشاہ	نوبت عالم مہفتارا
-------------	-------------------

طلبہ آموزہ نوبت بادد لخواہ	ترانہ سازان شہنشاہ
----------------------------	--------------------

نواب نظام علی خان بھادر ۲۸ سالہ ۱۸۰۸ء	انتقال پر مال نواب نظام علی خان بھادر
---------------------------------------	---------------------------------------

حکمرانی کی اور بعد انتقال غفران آلقب ہوا۔ اس صدر جانگاہ سے رعایا برابرا۔ امیر و غریب
ہر ایک مناسبت و متالم ہوا۔ اور مرشد زادہ آفاق نواب سیر عالم بھادر علی خان سکندرجاہ آصفیہ
الثالثہ مندرجین ریاست ہونے اور اسطو جاہ بھادر حسب سابق دارالہمام ریاست رہتے
چنانچہ آصفیہ ثالث کے عہد میں مہینہ بھی اس نادرہ روزگار کا طالع عروج پر رہا
اور وہی نوازشات شہری و اطراف و دیہات میں حال ہے۔ اکثر جو بدارستان ہی خیریت
و مزاج پرسی کے لئے آتا رہتا تھا۔

ماہ نقابانی کو میر علی بھادر کی صاحبیت کا حال ہونا	جب اسطو جاہ نے رطبت پائی اور میر ابو القاسم
--	---

نواب سیر عالم بھادر دارالہمام ریاست ہوئے
تو یہ عجوبہ روزگار اوں کی صاحب خاص ہو گئی۔ چونکہ میر علی بھادر کا مزاج قدر دان اہل
حق اور فصاحت و بلاغت میں سان و سجان پر گوئے سبقت لیجاتے تھے۔ اس لئے ماہ نقابانی
کی صحبت اور لطیف گوئی اور حاضر جوابی سے کمال محفوظ ہوتے تھے۔ اور اکثر شعر گوئی کی صحبت
رہا کرتی تھی۔ میر علی بھادر کا مقولہ تھا کہ ایسا حبیب میں اور تمیزدار شہنشاہ نہیں تھا۔ مثال ماہ نقابانی
کے کم دیکھنے میں آیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ماہ نقابانی کے حسن و جمال کی توفیق میں ایک سر اپنا
فرمایا تھا۔ جو جو طوالت اور زبان فانی میں ہونے کے نظر انداز کیا گیا۔

ماہ نقابانی کی شاعری	ماہ نقابانی کو شعر گوئی سے بے شوق تھا۔ اور میر علی بھادر کی
----------------------	---

حجاب میں کمال اعتقاد تھی تھی چنانچہ اوس کا طبع زاد ایک مختصر سادہ دیوان ہندی مسدود نامیہ میں
 کیا جاتا ہے۔ اور تمام غزلیات بالالتزام پانچ شعری ہین ہر ایک قطع میں امیر علیہ السلام
 کا اسم مبارک موجود ہے۔ ماہ نقابائی کو عیسائیم بہادر کی شہ گرو دی کا فخر حاصل تھا چنانچہ
 خود حجاب اور موصوفہ کو اوس کی شہ گرو دی کا اعتراف ہے۔

نقابائی کے فضائل و عادات | ابو صفیاء سلمان نردوت و صفت ماہ نقابائی کا احسن طاق اور توابع
 بہت بڑا ہوا تھا۔ اکتا عیلم کے لئے۔ اکثر وضعی۔ علمائے شعرا
 کی صحبت ہوتی تھی۔ چونکہ طبیعت موزون پائی تھی۔ اسلئے ضلع جگت میں طاق۔ لطیف گوئی
 اور حاضر جوابی میں شہرہ آفاق تھی۔ محاورہ درست روزمرہ چیت تھا۔ ہمیشہ مکمل لباس
 پہنتے۔ دیر کستہ رشتی تھی۔ بروقت طلبی بارگاہ خسروی پر حاضر ہوتی تھی۔ باقی اوقات
 سیر و کتب متداولہ کے مطالعہ میں گزارتے تھے۔ کتا حبیانہ ہر ایک علم و فن کے کتب
 موجود جو کتا اوس زمانہ میں مطبع نہ تھا اسلئے اکثر کتابوں کی نقل کر لی جاتی تھی۔ چنانچہ مستعید
 کو کتاب ملازم تھے۔ کوئی کتاب نظم و نثر کی تازہ نظر آجائے تو فوراً اوس کی نقل کر لی جاتی
 تھی۔ اور قریب دانی میں اس عسبویہ روزگار کی ذات مقننات سے تھی۔ ہر روز ہزاروں
 فقرہ اور ساکین کا ہجوم رہتا تھا سادات کرام و مشائخین عظام کو بعنوان نذر دینا
 یہ کیرھا کرتی تھی۔

لکھنؤ و اہتمام عرس کوہ یشت

کوہ یشت اولایت نے زمین ہندوکن کو اپنے قدوم و لاسیت لزوم سے منور ہین فرمایا
 لیکن سب طبع الارض لازم و ملزوم ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر حجاب امیر علیہ السلام صاحب الاشرف
 آن سرور کائنات سے اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ایک درویش محتاج کی حاجت روائی
 کے لئے فرشتہ یمن بن موفیہ محتاج کے قدم سنبھ فرمائے تھے۔ جہاں آپ ایک آن واحد میں

بربر کے بند کو باندھا۔ اور کو مارا۔ خود کو چپا۔ اور درویش کی حاجت روائی کر کے واپس
 ہوئے اس لئے تعجب کا مقام نہیں ہے۔ کہ امیر علیہ السلام نے کسی شخص کی مشکل کشائی
 یا ترویج دین بخودی کے لئے سواد حیر آباد دکن کو بھی اپنے نفیس سے ضرور شرف
 بخشا ہوگا۔ جسکی تاثیر سے کوہ پر شکوہ عظمت و جلال کے آثار نمایاں ہیں اگرچہ حضرت کی
 ولادت باکرامت ۳۱۱۰ھ رجب سنہ ۱۰۰۰ھ الفیل کو ثابت ہے۔ لیکن سلاطین قطب نامیہ کے
 عہد سے کوہ شریف کا عرس، اہر رجب کو انجام پاتا ہے۔ لاکھوں مرد و زن وضع و شریف
 عتی و فقیر۔ برباد و پیر۔ صنیع و کبیر۔ لکھ آباد اور اطراف و اکناف کے اصلاء سے
 کوہ فلک شکوہ پر جمع ہوتے ہیں۔ اور بند و نیاز ادا کر کے غراب و ساکین کو کہاں کہاں لے
 اور اقسام اقسام کے لذیذ اور میوہ ہائے خشک تر سے دسترخوان چاہا جاتا ہے جو آج تک بڑی
 چنانچہ عرس شریف کے ایام میں ماہ لغت بابی کوہ شریف پر جا کر شاہ و لایت علیہ السلام
 کے عرس میں حاضر ہوتی تھی۔ اور ہر گروہ کے فقرا و مشائخ اس عرس میں فراہم ہوتے
 چار روز تک برابر دو وقتہ اقامت اقامت کے کھانے ماہ نقابابی کے مبلغ سے کھلائے جاتے
 اور حضرت کے وقت ہر فقیر کو ایک روپیہ نقد اور بعض کو نقد مراتب پانچ روپیہ خیرات۔ مشائخ
 کو کاس سے سو روپیہ کفایت بعنوان نذر اللہ بوجہ اللہ عطا کرتی تھی۔ اور خدام و مجاورین کو
 لکھ روپیہ نقد روپیہ اور پانچ روپیہ وغیرہ بخشش کیا جاتا تھا۔ اسکے علاوہ ہر ماہ میں حسب دستور
 معمول کوہ شریف پر جا کر مبلغ پانچ روپیہ کے قریب صرف کرتی تھی۔

عشرہ شریف میں غزاداری اور سوز خوانی کا اہتمام

حقوق محمدیہ کا عیناً آتا تو ماہ لغت بابی حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم میں لذت
 کو ترک کرتی تھی۔ اور بلکہ کے تمام عاشور خانوں میں (جنگست سارنا مکن ہے) یہ رنج الاغما
 ایک روپیہ سے پانچ روپیہ تک بقدر مناسب نذر و نیاز گزرتی تھی سادات کرام و مجاہدان اہل بیت

علیہ السلام کو ہزاروں روپیہ کی بخشش دن کے رتبہ کے موافق کرتی تھی۔ چنانچہ غرہ
 محرم سے زیارت تک اسی سرمایہ نجات کے جمع کرنے میں رہتی تھی۔ ماہ لفت بابائی کا
 عیشان محل چلی بیگ کی کمان میں واقع تھا۔ جبکہ تمام طاق و رواق۔ سقف و کنگرہ
 و ملامت تھے۔ چونکہ اس مکان میں اکثر تعلیم و فضل و سرود کی ہوتی تھی۔ اس لئے بیاس ادا
 الشیخہ اعلیٰ السلام علیہا مبارک کیلئے محل کے محاذی ایک عاشور خانہ تعمیر کرایا گیا تھا
 اور عاشور خانہ کے سامنے نقار خانہ قائم کیا گیا تھا۔ غرہ محرم سے عاشور خانہ طرح طرح
 کے نقوش سے آراستہ ہوتا تھا۔ اور وہاں بجز فاتحہ خوان یا با وضو شخص کے کوئی دوا
 یا لے نہیں پاتا تھا۔ یہی فقید تھی کہ کوئی شخص سرخ لباس پہن کر آئے۔ خطبہ تعزیت
 پڑھے کیلئے یاہ محل منڈھا ہوا ایک منبر استادہ کیا جاتا تھا۔ جہاں روضہ شہدا
 اوقات قبل۔ بند مٹا ششم پڑھے جاتے تھے۔ اور عاشور خانہ کے مقابل میں روشنی
 کے لئے لنگر باندھا جاتا جس کے سامنے کے رخ پر سرخ کپڑا لپیٹ کر بندرومی کی جال و چار خانہ
 و ریات وغیرہ نمایان کئے جاتے تھے۔ غرہ محرم سے شب عاشور تک اول شب سے
 صبح تک برابر روشنی رہتی تھی۔ ششم مرتبہ خوان خاصیت خوش الحانی سے سوز خوانی
 کرتے تھے۔ اسکے بعد روضہ خوان حکم حدیث شریف۔ من بجا علی الحسین ادا کی اور تباکی
 و بیت لاجنتہ حدیث پڑھتے تھے۔ اسکے بعد تعزیت داری اور سینہ زنی ہوتی تھی جس سے
 بکا محشر پاتا تھا۔ تعزیت داری میں جب کوئی شخص بیوش ہو جاتا تو اوپر گلاب
 پاش سے گلاب چھڑکا جاتا تھا۔ اسکے بعد دستہ خوان چا جاتا اور تمام شرکاء مجلس کو امتام
 اقام کے کھانے کھلائے جاتے۔ چنانچہ دس روز تک برابر یہ عمل جاری رہتا تھا۔ جب
 سات زیادہ ہوتی اور ضلایق کا ہجوم کم ہوتا تو خاص خاص روضہ داری اور سینہ زنی
 کے لئے آتے تھے۔

ترتیب جشن حبیری

۱۳۱۰ ہجری کو ہر سال انجمن حبیری منعقد ہوتا تھا۔ جس میں شاہ اولیا کی منقبت خوانی ہوتی تھی اور ہر قسم کا سامان ماکول و مشروب مہیا و موجود رہتا تھا۔

نیاز یا دہم شریف

۱۱ ربیع الثانی کو جناب سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ لغیر کی نیاز یا دہم شریف خاصیت کثرت و اہتمام سے انجام پاتی تھی۔ طرح طرح کی نعمتیں محتاجون اور مسکینوں کو کھلائی جاتیں علاوہ برین فقرا و مسکین کو نفتر روپیہ اور پارچہ تقسیم کیا جاتا۔

کھٹ درس کا میلہ

سال میں ایک میلہ کھٹ درس کے نام سے کیا جاتا۔ جس میں پہلے روز فقرائے نود و کھن۔ ملک مہذو و کھن۔ حفاظ و قراء فضاحت فن و مشائخین معارف و سکون کی دعوت اور تمام مہنیں بلکہ گھر و زن میں ایک سیر مہائی بھیجی جاتی۔ اگر کوئی مشائخ صاحب اولاد یا اہل برادر ہوتے تو ہر ایک کے نام بنام (خواہ وہاں ۲۰ شخص کیوں نہ ہوں) وہی سیر مہائی بھیجی جاتی۔ حفاظ و قراء کو بھی اسی موافق ایک ایک سیر شیرینی دی جاتی تھی۔

دوسرے روز تمام فقراء آزاد و مداری و قادریہ و چشتیہ و چار دہ خاوندہ و رفاعی و گرز والہ جیشید و فقرائے بابا پیاری کا میلہ جمع ہوتا تھا۔ ہر ایک کے لئے اکل و شرب کا انتظام کیا جاتا اور شیرینی وغیرہ کی تواضع کی جاتی اس میں سو سو کو سکس فقر جمع ہوتے تھے۔

تیسرے روز مسکین و غریب و مفلوج و معلول جمع ہوتے جنکی تعداد قریباً تیر ہزار کے ہوتی تھی

ان لوگوں میں فی کس آدھ شیرینی تقسیم کی جاتی تھی۔
 چوتھے روز جوگی اور سیرگی جیسے ہونے لگے اچھی طرح مال پوری کہلائی جاتی تھی۔ جس کا
 عالی ہمت اور فیاض عورت تھی۔ کہ جہاں کوئی قوم یا جماعت عروم نہ رہتی تھی۔
 اگر سچ پوچھئے تو ماہ لقتابائی نے اپنی زندگی مناسبت کامیابی سے گزاری ہمیشہ اس کا
 ستارہ اقبال اوج و ترقی پر رہتا تھا۔

ماہ لقتابائی کا انتقال اگر افسوس ہے کہ یہ فتنہ خصال۔ جو شرط۔ بری سیکر۔ حاتم دال ۱۲۳۶
 میں بوجہ ہمت و تدبیر کے نہ رہا۔ جو چھ سال کی عمر میں اس
 دارناپاک آگرہ جہاد ہی روضہ رضوان ہوئی۔ اور اپنے تئیر کئے ہوئے مقبرہ واقع پائین کوہ
 شریف میں دفن کی گئی۔

محدثات ماہ لقتابائی ماہ لقتابائی کے محدثات سے ایک عالیشان حویلی ایلچی بلک کی مکان
 میں واقع تھی۔ دوسرا ایک حوض موسوم بہ بنی سبیل اللہ کوہ شریف کے
 گدڑ گاہ میں تیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ حوض کی تعمیر کی تاریخ جو کسی شخص نے کبھی سے درج فرمائی ہے

انتخاب زمانہ ماہ لقا	درجہ بان شد بکار حینہ کفیل
سال این چشمہ خضر گفت ہمیں	باد جاری آب فیض سبیل

مگر اب وہ عالیشان حویلی باقی رہی ہے اور نہ وہ حوض ہی موجود ہے۔ یہ دونوں
 انقلاب زمانہ کے باعث دوسری حیثیت میں ہو گئے ہیں اب مستند صرف عاشور خانہ باقی ہے
 جہاں علم مبارک استاد ہوتے ہیں۔

ماہ لقتابائی کے اوقات کی پابندی

ماہ لقتابائی صبح میں بیدار ہوتی تو پرستار ان یکسین اذان و گیزان میں غام (جو سنگار
 پر امور تھے) آفتاب اور سیلابی وضو کے لئے حاضر کرتے۔ اور بعد از فراغ وضو مصلیٰ بجا کر

نماز ادا کرتی تھی۔ اسکے بعد وظائف میں مشغول ہوتی اور صبح کا کلمہ جناب سید الساجدین
امام علی زین العابدین علیہ السلام پڑھ کر صبح آفتاب تک اپنے دل کو جناب کبریٰ کے
طرف رجوع کرتی۔ بعد ازاں کلام مجید کی تلاوت بسر علی شہور۔ لاڈلے صاحب سے
کرتی تھی۔ چاشت کے وقت دسترخوان چاہاتا۔ اقام اقام کے کھانے موجود رہتے
خود بہت کم خوراک تھی۔ تھوڑا کھانے کے بعد تمام باقی حواس میں اور فقاہین تقسیم کر دیا جاتا
اسکے بعد بالا خانہ پر قیود کے لئے جاتی۔ وہاں سے فارغ ہو کے گھر میں کے نماز ادا کر کے
تبیح و تنہیل میں مشغول ہوتی اور گھڑی دن رے دیوان خانہ میں بڑا قالین بچھایا جاتا۔ اور
اوس پر سدا آراستہ کیجاتی مینشی۔ مقصدی اور الکار کار خانہ حاضر ہو کر۔ افراد مد اعلیٰ و محاسن
ملاحظہ میں گزارتے۔ جب اس سے فراغت پاتی تو ایک دو بزرگ قابل و سخداں مجالست
حکم زبانی کے لئے حاضر ہوتے۔ چنانچہ علم سیر میں روضۃ الصفا۔ حیب سیر جلال العیون۔ نادرناہ
وغیرہ کا مطالعہ رہتا۔ اور دوا دین فارسی و ہندی عنایت مرغوب خاطر تھے۔ جب تمام موقعی نماز مغرب
وغدا ادا کرتی بعد ازاں فن موسیقی کے استادہ حاضر ہوتے۔ رقص و سرود کی تعلیم ہوتی۔ چنانچہ کئی
سہارہ مرزنگ و سازنگ اور قانون و جگرنگ سجاتے اور خوش الحانی میں ہم آواز باج جگ
گو خود علم موسیقی میں کامل الفہم تھی۔ لیکن بھر بھی خوشحال خان کلاوٹ سے اسکے کات

بہو ملک سندھوستان میں راجپوتوں کی قوم (جو راجگان اولوہسزم کی اولاد ہے) اپنے کو شریف و نجیب
جاتی ہے۔ اصل میں تمام چتری و راجپوت کے دو گروہ ہیں۔ ایک اپنے کو آفتاب کی اولاد جانتا ہے اور
اسیوہ سے سورج بنی کہلاتا ہے۔ اور دوسرا چاند سے منوہ کے چند بنی کے نام سے موسوم ہے راجپوتوں
کے قبائل بہت ہیں جن کی تفصیل کتب براہمہ میں مندرج ہے۔ ادہن میں سے ایک قوم کوٹ کہندار کہلاتی
جو علم موسیقی میں مہارت کامل کہتی ہے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں یہ قوم بہ ہدایت ایزدی شرف
باسلام ہوئی۔ اور خطاب خانی منصب سے سرفرازی پائی۔

در تہذیب و ریافت کرتی رہتی تھی۔

یوں تو اوتھابانی کے تین بھائی تھے۔ اور تھانہ زاد تھی۔ از انجملہ و چھو کران سوم حسین افغانی اور حسین اقبالی سب کو درود و
مستزکیں چنانچہ ہفت سال اوتھابانی کو پڑھائی دی۔ و چونکہ ان کا نام حسین ہے۔ لہذا وہ عمار و عمارت وغیرہ کے
صرف نقدی جو ہر شے پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک کڑور و پیکر تھا۔ مزید برآں مع انصاف پنپال۔ سید علی حمید گورہ۔ چند ایشیہ۔ چند پٹیاں
(تھیں) و صفحہ سس کوٹ کے معنی نژاد و اولاد و احفاد کے ہیں۔ اور اس لفظ کوٹ کہندار اس کی قیاس لگا لیا ہے کہ زمانہ سلف میں ایک مذہب و طریقت
توم راجہ پت گدراجر جس کی اولاد کو کوٹ کہندار لکھتے ہیں۔ زبان سنسکرت میں کوٹ کو تو کہتے ہیں جس کے معنی نژاد و اولاد کے ہیں۔ اور یہ قوم
سرخ پو میں باہر تھیں۔ ان کے اکثر بادشاہوں کے مقرب صاحب ہی ہوا اور کمال کی مناسبت کا اون کے لقب کا لقب ہوئی۔
کلاونٹ دو کلمے سے مرکب ہے۔ کلا بمعنی موجود و متوجہ و شہرت و مقام اور ہندی۔ دوسرے معنی کلا کار شنی اور منٹ بمعنی صاحب ہے۔ جیسا کہ
غازی میں منہ لینے کا معنی دہر مند۔ صاحب کیا اور اگر ان کی ترکیب تھی والا۔

اکبر بادشاہ کے عہد میں سلطان حسین (جو قوم کا راجہ) کوٹ کہندار تھا۔ نے علم موسیقی میں کمال تحصیل کیا تھا۔ چنانچہ اس کمال کے بذات بادشاہ کے
بارگاہ کے کلاونٹ کھانا پاتا اور اسکے بعد اس کی اولاد میں نہایت شہرت ہوئی۔ بعد از ان (جو میان تان میں گانے بگاتے اور سب کو ہوتا تھا) چنانچہ
میر شاہ بادشاہ کے عہد میں فرس موسیقی کی وجہ سے مقرب صاحب کیا تھا۔ اور منصب خیمہ زاری و خطابانی سے روزمرہ کلاونٹ بھی سر فرما رہی تھی۔
گناہی میں ارنگ کی تعریف و توصیف خارج از بیان ہو چکی تھی۔ شاہ بادشاہ کے مقصود تھا کہ اس کا حال ہو گیا تھا کہ ہر وقت بگاتے پڑے
میں بار بار پڑتا تھا۔ بلکہ اوقات بلایا کی اجازت تھی۔ ان کے بعد فرخان شہر پور ارنگ جیساں نہایت ارنگ کا شاگرد و شاگردی میں تعلیم و تربیت
اتفاق ہوا ہے۔

چنانچہ فرخان ارنگ کے نمائندہ اوتھابانی کو قوم جو قوت چاہتا ہے گانے پڑنے کو ہوتا تھا۔ اور اسی ارنگ کو اس وقت تک کہ ہفتے کو درود دیتا
ایک بار شہر کا راجہ جو بریک ایفرو میں کمال تھا۔ لیکن ان میں کیم خان قوم انجوت کوٹ کہندار (جو شہر میں تان میں گانے پڑتا تھا) مستثنیٰ اور کمال تھا۔
جس کا شہر تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔ جو قوت حمید علی خان (حمید نالک) ملک نالک (دکن) پرکھان تھا۔ اس کا ایک عزیز و چاہنے والا تھا۔
میں اس کو دین چاہتا تھا۔ جس کے کمال شنیاں کہ کیم خان کو مقول تم مجھ کو ہندوستان ملک کیا۔ چنانچہ خان کو حسب بجز واد دکن ہو کر حلیم خان کی
ملازمت اختیار کی۔ چونکہ حلیم خان علم موسیقی سے ماہر تھا۔ صرف سنی کا شوق رکھتا تھا۔ اس لیے کیم خان بدوشتہ خاطر ہو کر حمید آباد آیا۔ اور وہاں تک
راجہ گناہداس راجہ بہانی داس (جو راجہ چند داس کے چچا زاد بھائی تھے) کے مکر میں جو چہ شہر شہر تھی۔ قد رانی کے ملازمت اختیار کی۔ اسکے بعد

مقطع علی باغ مقطع اویسیہ جاگیرت بھی تھیں۔ چنانچہ یہ انتقال اہل نقابانی کے نواب سکندر جاہ بہادر کا حکم تھا اور چونکہ اہل نقابانی کے نام یہ صادر ہوا کہ اہل نقابانی کی تمام جائداد جاگیرت نگرانی میں لے لیے جاویں اور کنیر کوٹ خانہ زاد کو حسب نسبت بخشا کر دیکھا کہ پس ملاجہ بہادر نے حسب شان شاہی اہل نقابانی کا تمام مل اسباب جو ہر نقدی وغیرہ کو گنگا لیک جاگیرت پر بی بی بی۔ اور خانہ کدو کر لیا گیا۔ اسکے بعد کنیر کوٹ اور خانہ زاد کوٹ کی مالکیت میں رہی۔ کنیر پور میں فی خانہ زاد و سات روپیہ حساب تھا اور جعفر کوٹ میں سالانہ ایک سو کوہ جنگ بہادر (جو غفران نامی تھے) کے سرکاری سپہ سالار نے بعد از ان بقضاء الہی فوت ہوئے اور ان کے شریعت کے بعد میں بی بی بی۔ مرحوم کے دو فرزند تھے۔ ایک ضاخان و دوسرا شہان خان ان کے بچے فرزند آخر لکڑی علم سوتی اور زبانی شہل بی بی کا صاحب گیت ہوئے اور غیر میں اپنے بچے اور کامل صاحب کی تصدیق پر ایک بار بی بی کی تھی لیکن چند روز کے بعد شہرہ خاطر ہو کر وطن لاؤ کہ ارادہ کیا کہ گراہ نقابانی نے وقت کا قدرانی بننے نہ دیا چنانچہ خان کو بھی اس کی قدرانی پر دلی خالصہ نگین (جو اہل نقابان تھا) سکونت اختیار کی۔ اگرچہ چار چار مل بہادر نے خان مذکور کو پچاس سو روپے سرفراز فرمایا تھا لیکن سکونت اہل نقابانی کے پاس تھی۔ کہیں کہیں یا آوری کے موقع پر بہادر بہادر کے پاس جاتا تھا۔

اسکے سوا کبھی نہیں۔ یا کہیں عیدین کے موقع پر نزد کے لئے حاضر ہوتا۔ اور یہ نقابانی اس کی دہلی اور لجنی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھتی تھی اور بہار اور وہیں سے سلوک کرتی تھی۔ آخر شہان خان نے اہل نقابانی کے گھر میں انتقال کیا۔ جس کے محفلات سے اس وقت زمانہ بہار کے ایک سید سرہنگ کے شہیدہ یادگار اور خوشحال خان کی سجد کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۲ مولد

اس کے قبل ہم نے بقول گلزار اصفیہ بیان کیا ہے کہ اہل نقابانی کا انتقال ۱۳۳۱ء میں ہوا۔ مگر ایک سید صاحبزادہ نقابانی کے علاوہ میں کہ بیان ہے کہ اہل نقابانی نے ۱۳۳۱ء میں انتقال کیا ہے اور اپنے بیان کی تصدیق میں اوہوں نے اہل نقابانی کے بھتیجے کی کتب قرار دے کر دو نسخے حسب ذیل پیش کر دیے ہیں وہ ہیں:-

(۱) تاتقی نقیبی نداد و تبلیغ اوڈو راہی جنت شہیدہ یادگار نقیبی دکن اور انہیں صاحب سیم کو راج کنڈرالی کے بھتیجے کی کتاب بھی دستیاب ہوئی جو تذکرہ ناظرین ہے۔ دکنیہ شاہ مروان راج کونڈرہ سخاوت پیشہ و اخلاق آراء و چمچل سبب انہیں نقیبی خان

عجب گزشتہ دفتر سرور بالا بخوبی بہادر دکنی و شیرین و حاشیہ میں لقاحات چنداں برائے انہیں طاری و اس کو بنا کر وہیں مکان فرحت افزا و لبالب و طبعیت اور گفت و گفت و بیامرز و خدا این عاجزہ را۔ ۱۲ مولد۔

اسکے قبل ہم لکھ چکے ہیں کہ ماہ نقابانی لطیف کوئی اور مذاستی میں بچتا رہ رہا کھتین چنانچہ اس وقت بھی ماہ نقابانی کے
 لپٹنے اکثر عمر شخاص کے نوکریان بن جہن سے ایک دناظرین کے دلچسپی کیلئے ہم بیان نقل کرتے ہیں۔
 ایک قصہ کا ذکر ہے کہ جب ماہ نقابانی دربار شاہی میں پہنچیں تو ان کے اگلائی کے پوتے سے ایک جوتی الٹ کر آئے گی۔
 ایک طرف امیر و دربار میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ بانی جی صاحب آپ کا جوڑا تو آپ کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔
 جبکہ جواب فوراً ماہ نقابانی نے یہ دیا کہ واقعی ہم غریبوں کا جوڑا ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ مگر آپ جیسے امیرین کا جوڑا خدا کا
 کے بغل میں رہتا ہے۔

ایک بار ماہ نقابانی کی سواری راستہ سے جا رہی تھی۔ چارمینار کے متصل پاکی میں سے چنے کی ڈبیائیں بچے گری۔
 ایک طرف ان موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ بانی جی صاحب کا اڈا آگیا۔ ماہ نقابانی نے لپٹ کر جواب دیا کہ کیا خوب
 کرتے ہی بانگ دینے لگا۔

ایک طاقت ماہ نقابانی دربار شاہی میں حاضر ہوئیں تو وہاں بیانات بہرام الملک بہادر مع اپنے چار صاحبزادوں کے درجہ نہایت
 عظیم الشان اور زبردست تھے۔ انہیں شریف رکھتے تھے۔ نواب صاحب نے ماہ نقابانی سے فرجا کہا کہ بانی جی صاحب آپ نے ان
 شیرخوین (اپنے فرزندوں کے طرف اشارہ کر کے) کو دیکھا تو ماہ نقابانی نے کیا جستہ جواب دیا ہے کہ۔ ہاں نواب صاحب کو تو
 میں نے دیکھا۔ مگر اول اس گوی کی تعریف کرنا چاہئے۔ کہ جس سے یہ شیر بچے برآمد ہوئے۔ اس جواب سے نواب صاحب
 بہت خفیف ہوئے۔

بہر حال اسی قسم کے اور لطیفے بھی موجود ہیں۔ مگر لمبا طوالت نظر انداز کئے جاتے ہیں۔ اور انہیں مختصر حالات پر
 ماہ نقابانی کی سوانح عمری ختم کی جاتی ہے۔ فقط۔